© rasailojaraid.com

مولانا مجاہدالحسینی

مشکل ناموں کی مشکلات

مشکل الفاظ کے نام اکثر موضوع سخن بنے رہتے ہیں۔مشہور ہے کہ مستنصر حسین تارڑ سے جب ٹریفک کے ایک سپاہی نے چالان کرنے کی خاطر نام پوچھا تو مشکل نام سن کر سپاہی نے کہا ''اچھا جاؤ! آئندہ احتیاط رکھو۔''

اسی نوعیت کا واقعہ پاکستان کے نامور صحافی جناب ابوسعید بزمی (ایڈیٹر روزنامہ ''احسان'' لاہور) کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے دوران جب ہندوستان کے تمام علاقے ہندو مسلم فسادات کے ہلاکت خیز شعلوں کی زد میں تھے اور بعض شہروں میں قتل وغارت گری کی شدت کے پیش نظر کرفیو نافذ تھا۔ان دنوں لاہور کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ابوسعید بزمی مرحوم کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن میں تھی۔ابوسعید نصف شب کے بعد اپنے اخبار کے دفتر سے جب ماڈل ٹاؤن کے موڑ پر پہنچے تو انگریزی حکومت کی گورکھا ملٹری کے سپاہیوں نے بزمی صاحب کو روک کر نام پوچھا۔

بزمی صاحب نے نام بتایا تو گورکھا سپاہی بولا جانے دو ''بھجنی'' ہے۔(یعنی بھجن گانے والا)

بزمی صاحب نے اپنی کتاب ''جب خون بہہ رہا تھا'' کا انتساب بھی بھجنی کے نام کیا ہے کہ اگر ان سپاہیوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ بزمی ایک مسلمان ہے تو گولی سینے سے پار ہو جاتی۔

بہرنوع مشکل نام کی بہت سی مشکلات سے راقم الحروف کی ادارت میں بیس سال سے اشاعت پذیر ماہنامہ ''صوت الاسلام'' کو بھی گزرنا پڑ رہا ہے کہ ایک روز لاہور میں حکومت پنجاب کے سیکرٹریٹ کے دروازے پر متعین اہلکاروں نے پریس برانچ کے لیے پاس دیتے وقت میرے نام کے ساتھ ایڈیٹر ''سورت الاسلام'' تحریر فرمایا۔ایسے ہی ایک دوست وفاقی وزیر صاحب کو ان کی خدمت میں وزارت کے عہدے پر متمکن ہونے کی مبارک باد پیش کی تو اس کے جواب میں انہوں نے شکریہ کا جو خط لکھا' اس کا پتا یہ تھا: مولانا مجاہدہ الحسینی ایڈیٹر ماہنامہ ''ساؤتھ الاسلام''

چلئے یہ تو ان کلرک بادشاہوں کی سلجھی ہوئی تحریروں کا کرشمہ ہے' اسے نظر انداز کر دینا چاہیے لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل توجہ اور لائق رحم حالت ہمارے کچھ دینی مدارس کی ہے کہ ان کے دفاتر میں جو ارباب علم ودانش رونق افروز ہیں' ان کے رشحات قلم کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

جن دنوں ماہنامہ ''صوت الاسلام'' کے تبادلے میں ملک کی بڑی دینی درس گاہ ''جامعہ اشرفیہ'' لاہور کے ماہنامہ ''الحسن'' کی ترسیل جاری تھی تو ''صوت الاسلام'' کے نام کی چٹ یہ تھی: ''مجاہدالحسینی ایڈیٹر'' موت الاسلام'' ۲۵ / پلید کالونی فیصل آباد۔جبکہ ''صوت الاسلام'' کا پتا ۶۵ / بی پیپلز کالونی ہے۔یاد رہے کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ماہنامہ ''الحسن'' کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نگرانوں اور مدیروں میں مولانا فضل الرحیم صاحب کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ جب میں نے دفتر کو لکھا کہ اسلام کی موت واقع نہیں ہوسکتی' یہ ''صوت الاسلام'' ہے۔ اسلام کی آواز تو زندہ رہے گی نیز فیصل آباد میں کوئی بھی کالونی پلید نہیں بلکہ پیپلز کالونی یعنی عوام کی بستی ہے تو تبادلے میں آنے والا ماہنامہ ''الحسن'' ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ مولانا فضل الرحیم صاحب مشہور علمی و ادبی تنظیم ''رابطہ ادب اسلامی پاکستان'' کے ان دنوں صدر بھی ہیں۔ بہرنوع لاہور کے علاوہ کراچی کے ماہنامہ ''الفاروق'' کی طرف سے ''صوت الاسلام'' کے نام کی چٹ ایڈیٹر ماہنامہ ''حیات الاسلام'' ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب نے ایڈیٹر ''سوات الاسلام'' تحریر فرمایا اور مجھے سب سے زیادہ اس وقت لطف اندوز ہونے کی سعادت نصیب ہوئی جب ایک صنعت کار نے نہایت گرم جوشی سے اور معصومانہ انداز میں میرا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں، کئی کتابیں بھی انہوں نے چھاپی ہیں' ان کا ایک رسالہ بھی نکلتا ہے کیا نام ہے اس کا ''صلوٰت وسلام'' اور جن سے میرا تعارف کرایا جارہا تھا' وہ باربار سرجھکا کر ''ماشاء اللہ ماشاء اللہ'' کے الفاظ سے مجھے داد تحسین دیتے رہے۔

اسی نوعیت کا واقعہ ایک پیر صاحب سے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے مریدانِ باصفا سے ملنے کو روانہ ہوئے تو ریل گاڑی حسب معمول لیٹ ہوگئی۔ نصف شب کو منزل مقصود کے سٹیشن پر پہنچے تو زور کی بارش ہورہی تھی، سخت سردی کا موسم ،ژالہ باری کی وجہ سے فضا ٹھٹھر گئی تھی۔ ایسے میں سوچا کہ رات ہوگئی ہے' مرید کی رہائش گاہ کے بجائے کسی ہوٹل میں ہی وقت گزار لیتے ہیں۔ سٹیشن کے سامنے ہوٹل کے استقبالیہ میں پیر صاحب کے خادم نے مدعا بیان کیا تو ہوٹل کے منیجر نے نام پوچھا کہ قدوۃ السالکین، نورالعارفین، عمدۃ المتکلمین، اعلیٰ حضرت سرکار پیر نجم الدین نقشبندی، چشتی، سہروردی مدظلہ العالی اور یہ خادم پر تقصیر، کفش بگیر نور علی بھگیانوی ہیں۔ منیجر نے نام سن کر کہا کہ اتنے آدمیوں کے لیے کمرے خالی نہیں ہیں۔

مولانا ظفر علی خان کے روزنامہ ''زمیندار'' لاہور میں پٹی ضلع امرتسر کے علاؤالدین چشتی ''حاجی لق لق'' کے نام سے مزاحیہ کالم لکھا کرتے تھے۔ ایک ملاقات میں انہوں نے بھی شکوہ کیا کہ میرے نام آنے والے خطوط میں کوئی مجھے ''لق لق'' اور ''لک لک'' لکھتا ہے، کوئی ''لق لق'' کے معنی پوچھتا ہے، روزانہ بے تکی ڈاک پڑھ کر تنگ آ گیا ہوں۔ حاجی لق لق لاہور کی گوالمنڈی میں رہائش پذیر تھے۔ زندگی کے آخری دنوں میں کانوں میں تکلیف کے باعث بہرے ہوگئے تھے۔ میں نے بلند آواز سے پوچھا: ''حاجی صاحب! آج کل کیا لکھ رہے ہیں؟'' بولے: آج کی رباعی ہے:

خبر اے پی پی نے دی با رنج و یاس
کوئی بھی اس وقت نہ تھا آس پاس
پورے ستر سال کی گھس گھس کے بعد
حاجی لق لق کر گئے بارڈر کراس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ حسین میر کاشمیری کا شمار پاکستان کے ان ادیبوں اور شاعروں میں ہوتا ہے' جو اردو زبان کی مزاح نویسی میں منفرد اسلوب سے متصف ہیں۔ان کے کلام بلاغت مقام کی بابت لاہور کے مجلّات وجرائد میں ان کا تذکرہ جاری رہتا ہے۔چنانچہ مشہور ڈائجسٹ کا علامہ حسین میر کی شخصیت پر ضخیم نمبر بھی شائع ہوا تھا۔علامہ حسین میر' مولانا ظفر علی خان کے دورِ ادارت میں مدیر مخابرات تھے۔ان کا اپنا رسالہ ''ضیافت پنچ'' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔زندگی کے آخری دور میں وہ اکثر دفتر روزنامہ ''آزاد'' لاہور کو رونق بخشتے تھے۔انہوں نے اپنی بیٹی آسیہ (جو اللہ کے فضل سے ان دنوں لاہور کی مشہور ڈاکٹر ہیں) کا کسی کالج میں داخلے کا واقعہ سنایا کہ جب میں نے کالج کی انگریز پرنسپل کو نام بتایا تو کچھ فکر مند دکھائی دیں۔میں نے بر جستہ کہا: ''میڈم! آپ پریشان نہ ہوں' انگریزی لکھو ''ایشیا'' اور پڑھو ''آسیہ'' اس پر میڈم مسکرادیں۔

قیام پاکستان سے پہلے علامہ حسین میر امرتسر میں رہائش پذیر تھے اور حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی صحبت میں حاضری کا اکثر موقع ملتا رہتا تھا۔آزادی کے بعد لاہور آگئے تو جب بھی حضرت شاہ صاحب لاہور میں تشریف لاتے تو علامہ حسین میر باقاعدگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے تھے۔حضرت امیر شریعتؒ سے شرف ملاقات پانے والوں میں ایک سیف علی نامی مشہور کارکن بھی تھے۔ایک روز وہ آئے تو اتفاق سے علامہ حسین میر بھی مجلس میں موجود تھے۔

شاہ صاحب نے سیف علی کو دیکھتے ہی پوچھا: ''سیف علی! اتنے دن کہاں رہے؟'' سیف علی ابھی جواب دینے نہ پائے تھے کہ فوراً علامہ حسین میر نے شاہ صاحب سے مخاطب ہوکر کہا: ''شاہ جی! اسے کہو کہ اپنا نام تبدیل کر کے ''سیف علی'' کی بجائے ''بندوق علی'' رکھ لے کیونکہ سیف (تلوار) کا زمانہ چلا گیا' اب تو بندوق کا زمانہ آگیا ہے۔اس پر ساری مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔علامہ حسین میر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: ''شاہ جی! اگر علامہ اقبال زندہ ہوتے تو انہیں بھی اپنا یہ شعر تبدیل کردینے پر مجبور کردیتا:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
''شمشیر و سناں'' اوّل طاؤس و رباب آخر

آپ ہی بتایئے ''شمشیر و سناں'' کی آج کتنی وقعت اور حیثیت رہ گئی ہے؟ شعر اس طرح ہونا چاہیے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے؟
توپ اور تفنگ اوّل' برسائے جو بم آخر

اور اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں اس شعر کی ایک پیروڈی اس طرح بھی کی کہ:

آ تجھ کو بتاؤں میں تصویرِ بلم کیا ہے
ہے کلچہ کباب اوّل، ہے کلچہ کباب آخر

© rasailojaraid.com